سلسلہ
مواعظ حسنہ
نمبر ۳۴

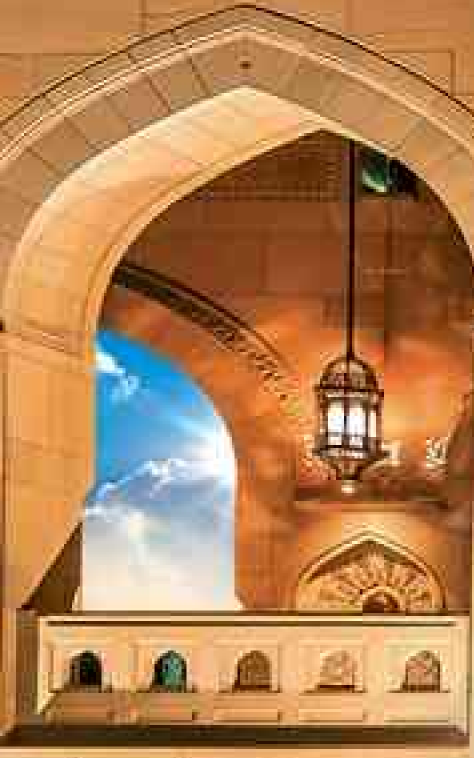

صبر اور مقامِ صدیقین

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی

سلسلۂ مواعظ حسنہ نمبر ۳۴

صبر اور مقامِ صدّیقین

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ

حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حسب ہدایت وارشاد

حکیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

www.khanqah.org

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے
بہ امیدِ نصیحت دوستو اس کی اشاعت ہے

محبت تیرا صحیفہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو میں نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے ارشاد کے مطابق حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ تصانیف و تالیفات

محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

ضروری تفصیل

وعظ : صبر اور مقامِ صدّیقین

واعظ : عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وعظ : ۲۱؍ شعبان المعظم ۱۴۱۹؁ھ مطابق ۱۱؍ دسمبر ۱۹۹۸؁ء بروز جمعۃ المبارک

مقام :مسجدِ اشرف خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

مرتب : حضرت سید عشرت جمیل میر صاحب مدظلہ خلیفہ مُجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ اشاعت : ۲۴؍ ربیع الثانی ۱۴۳۶؁ھ مطابق ۱۴؍ فروری ۲۰۱۵؁ء بروز جمعہ

زیرِ اہتمام : شعبہ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی

پوسٹ بکس:11182رابطہ:+92.21.34972080 اور +92.316.7771051

ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com

ناشر : کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی، پاکستان

قارئین و محبین سے گزارش

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی اپنی زیرِ نگرانی شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی شایع کردہ تمام کتابوں کی ان کی طرف منسوب ہونے کی ضمانت دیتا ہے۔ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی تحریری اجازت کے بغیر شایع ہونے والی کسی بھی تحریر کے مستند اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہونے کی ذمہ داری خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی نہیں۔

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہو کر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہو سکے۔

(مولانا) محمد اسماعیل
نبیرہ و خلیفہ مُجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ
ناظم شعبۂ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

عنوانات

مقدمۃ الکتاب ۶
ابتلاء و امتحان کا مفہوم ۱۰
عاشقانِ خدا کے امتحان کا مقصد ۱۰
شرح حدیث اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ صَبُوْرًا...الخ ۱۱
اللہ تعالیٰ کے امتحان کے منصوص پرچے ۱۲
تاثیر صحبتِ اہل اللہ ۱۲
اللہ تعالیٰ کے امتحان کا پہلا پرچہ ۱۳
انبیاء علیہم السلام پر مصائب کی وجہ ۱۴
اولیاء اللہ پر مصائب کی وجہ ۱۴
امتحان کا دوسرا پرچہ ۱۵
امتحان کا تیسرا پرچہ ۱۶
امتحان کا چوتھا پرچہ ۱۶
امتحان کا پانچواں پرچہ ۱۷
مصیبت اور لفظ بشارت کا ربط ۱۷
صبر کی تین قسمیں ۱۷
مصیبت میں صبر کرنا ۱۸
طاعت پر صبر کرنا ۱۸
گناہوں سے صبر کرنا ۱۹
قلبِ شکستہ اور نزولِ تجلیاتِ الٰہیہ ۱۹
ولایت و نسبت کی علامت ۲۰
گناہ چھوٹنے اور گناہ چھوڑنے کا فرق ۲۲
غمِ تقویٰ کی کیف و مستیاں ۲۲
استرجاع کی سنت ۲۳
تعریفِ مصیبت بزبانِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم ۲۴
اس اُمت کی ایک امتیازی نعمت ۲۵
حقیقی صبر کیا ہے؟ ۲۶

www.khanqah.org

اِنَّا لِلّٰہِ کی تفہیم کے لیے ایک انوکھی تمثیل ۲۶
مقامِ تسلیم و رضا ۲۸
حضرت پیرانی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا کے حالاتِ رفیعہ ۲۹
حالاتِ برزخ ۳۰
موت بھی رحمت ہے ۳۰
صبر پر تین عظیم الشان بشارتیں ۳۰
صلوٰۃ علی النبی کی تفسیر ۳۱
صلوٰۃ (درود) کے مختلف مطالب ۳۲
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثل محبوبیت عنداللہ ۳۲
پہلی بشارت ”رحمتِ خاصہ“ ۳۳
دوسری بشارت ”رحمتِ عامہ“ ۳۳
تیسری بشارت ”نعمت اِھْتِدَاء“ ۳۴
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ۳۴
شرح حدیث ”اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ“ ۳۵

مجھے تو قرب کا عالم دیا ہے آہِ صحرا نے

نہ کر تحقیر اے زاہد خدا کے درد مندوں کی
مقامِ دردِ دل کو بے خبر تو آہ کیا جانے

تجلی ان کی ہوتی ہے عطا قلبِ شکستہ میں
کیا ہے قلب کو لیکن شکستہ غم کے سودا نے

نہیں ہے زندگی میں جس کی کوئی داستاں غم کی
وہ اہلِ غم کے قربِ خستگی کو آہ کیا جانے

وہی کرتے ہیں ان کے عاشقوں پر تبصرے اختؔر
جو ظالم دردِ الفت سے ہوا کرتے ہیں بیگانے

مقدمۃ الکتاب

از

عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

امسال ۱۹؍ شعبان المعظم ۱۴۱۹ھ مطابق ۹؍ دسمبر ۱۹۹۸ء بروز بدھ پونے دس بجے صبح والدہ مولانا مظہر سلمہٗ کا انتقال ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اور پچاس سالہ رفاقت کا باب بند ہوگیا جس سے قلب پر بہت اثر ہے لیکن الحمدللہ تعالیٰ! میرے بزرگوں کے فیض سے دل بالکل اللہ تعالیٰ کی مرضی پر راضی ہے جس پر احقر کے چند اشعار ہیں ؎

حسرت سے میری آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں
دل ہے کہ ان کی خاطر تسلیم سر کیے ہے
کیفِ تسلیم و رضا سے ہے بہارِ بے خزاں
صدمہ و غم میں بھی اختؔر روح رنجیدہ نہیں
صدمہ و غم میں مرے دل کے تبسم کی مثال
جیسے غنچہ گھرے خاروں میں چٹک لیتا ہے

پچاس سال تک ان کے جو حالاتِ رفیعہ دیکھے اس سے احقر کا گمان اقرب الی الیقین ہے کہ وہ ایک صاحبِ نسبت، بہت بڑے درجے کی ولیہ تھیں۔ دین میں وہ ہمیشہ میری مددگار رہیں، برسوں سے غیر ملکی اسفار ہورہے ہیں کبھی حائل نہ ہوئیں۔ ان کی وجہ سے ہی مجھے اپنے شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہنا ممکن ہوا کیوں کہ شیخ کے ساتھ میرے تعلق کو دیکھ کر نکاح کے بعد ہی انہوں نے مجھے خوشی سے اجازت دی کہ آپ جب تک چاہیں شیخ کی خدمت میں رہیں، ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا اور یہ بھی کہا کہ آپ جس حال میں رہیں گے ہمیشہ آپ کے ساتھ رہیں گے، آپ کھائیں گے تو ہم بھی کھائیں گے، آپ فاقہ کریں گے تو ہم بھی فاقہ کریں گے، آپ جنگل میں رہیں گے تو ہم بھی جنگل میں رہیں گے۔ آپ جو کھلائیں گے

کھالیں گے، جو پہنائیں گے پہن لیں گے اور آپ سے کبھی کسی چیز کی فرمائش نہ کریں گے اور اس پر عمل کر کے دکھادیا کہ پوری زندگی کبھی کسی چیز کی فرمائش نہیں کی۔ دل میں دنیا کی محبت بالکل نہیں تھی، جانتی ہی نہیں تھیں کہ دنیا کیا چیز ہے۔ جب گھر میں جاتا تو اکثر دیکھتا کہ قرآن پاک کھلا ہوا ہے اور تلاوت ہو رہی ہے۔ یہ بھی ان کی کرامت تھی کہ برسوں سے مختلف امراض لاحق تھے لیکن معمولات میں کوئی فرق نہ آتا تھا۔ انتقال کے قریب ان کے پاس تیماردار عورتوں کو نہایت عمدہ و عجیب وغریب قسم کی خوشبو محسوس ہوئی۔

اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان کے پیٹ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے مولانا مظہر سلمہٗ جیسا لائق، متقی، عالم بیٹا عطا فرمایا جن سے اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے دین کا عظیم الشان کام لے رہے ہیں اور ان کے بیٹے بھی ماشاء اللہ حافظ عالم ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو اور میری اولاد کو قیامت تک خدمتِ دینیہ کی توفیق بخشیں اور قیامت تک میری اولاد میں علمائے ربّانیّین علیٰ سطح ولایت الصدیقیت پیدا ہوتے رہیں تاکہ جو دینی ادارے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے ہیں ان کو قیامت تک باحسن وجوہات چلانے کی میری اولاد کو اللہ تعالیٰ صلاحیت عطا فرمائے اور قبول فرمائے، آمین۔

انتقال کے بعد ان کے لیے بہت سے مبشراتِ منامیہ بھی ہیں۔ مفتی حسین بھیات صاحب سلمہٗ جو جنوبی افریقہ کے عالم ہیں، میرے بہت خاص احباب میں سے ہیں اور میرے مُجاز بھی ہیں، انہوں نے انتقال کے دوسرے دن خواب دیکھا کہ وہ جنت میں داخل ہونا چاہتے ہیں لیکن فرشتے نے ان کو روک دیا کہ ابھی نہیں اور پوچھا کہ پیچھے کون آرہی ہیں؟ مفتی حسین بھیات نے کہا کہ یہ میری ماں ہیں۔ (یعنی والدۂ مولانا مظہر سلمہٗ) فرشتے نے ان کو راستہ دے دیا اور وہ جنت میں داخل ہو گئیں۔ جدہ میں مولانا عبد الرحمٰن صاحب کی اہلیہ نے خواب میں دیکھا کہ نہایت شاندار لباس پہنے ہوئے قرآنِ پاک کی تلاوت کر رہی ہیں۔ تلاوت کرتے ہوئے اور بھی کئی احباب نے دیکھا کہ والدۂ مظہر سلمہٗ ایک اتنے بڑے کمرے میں ہیں جس کی چھت نظر نہیں آرہی ہے اور زمین سے کوئی بہت چمک دار چیزیں اُٹھا رہی ہیں جس کی تعبیر یہ دی گئی کہ یہ ایصالِ ثواب ہے جو ان کو پہنچ رہا ہے اور احقر کے احباب میں سے جناب ظفر اقبال صاحب انجینئر جن کو انتقال کی خبر نہیں تھی انہوں نے خواب دیکھا کہ حضرت مولانا اشرف

علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوگیا ہے اور احقر کے یہاں بھی کوئی جنازہ ہوگیا ہے اور دیکھا کہ حضرت تھانوی کا جنازہ احقر کے گھر سے نکل رہا ہے۔

دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ والدۂ مولانا مظہر سلمہٗ کی مغفرت بے حساب فرما کر جنت الفردوس عطا فرمائے اور ہم پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

اٰمِیْنَ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ بِحُرْمَۃِ رَحْمَۃٍ لِّلْعَالَمِیْنَ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

۲۱/ شعبان المعظم ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۱/ دسمبر ۱۹۹۸ء بروز جمعۃ المبارک احقر کا بیان مسجدِ اشرف میں تعزیت کے متعلق ہوا جس کو احباب نے بہت پسند کیا۔ میر صاحب سلمہٗ اللہ تعالیٰ نے اس کو جمع اور مرتب کیا اور اس کا نام ”صبر اور مقامِ صدّیقین“ تجویز کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ شرفِ قبول عطا فرمائے اور قیامت تک اُمتِ مسلمہ کے لیے نافع اور باعثِ تسلی خاطر بنائے۔

العارض

محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا

یہ تری عنایتیں ہیں یہ تری مدد کا صدقہ
مری جانِ ناتواں کا ترے غم پہ صبر کرنا

یہ تری عطا ہے یارب یہ ہے تیرا جذبِ پنہاں
مرا نالۂ ندامت ترے سنگِ در پہ کرنا

مرا ہر خطا پہ رونا ہے یہی مری تلافی
تری رحمتوں کا صدقہ مرا جُرم عفو کرنا

کسی اہلِ دل کی صحبت جو ملی کسی کو اخترؔ
اسے آگیا ہے جینا اسے آگیا ہے مرنا

اخترؔ

صبر اور مقامِ صدّیقین

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ۗ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۟ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۷﴾[۱]

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَلَهُ مَا اَعْطٰى وَكُلٌّ عِنْدَهُ بِاَجَلٍ مُّسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ[۲]

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اور اس کے مخاطب صحابہ بھی ہیں اور قیامت تک آنے والی اُمتِ مسلمہ بھی۔ تفسیر روح المعانی میں علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ اوّل خطاب تو صحابہ سے ہے، وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ میں ضمیر كُمْ حاضر کی ہے، مگر صحابہ کے واسطے سے قیامت تک کے ایمان والوں کو خطاب ہے کہ ہم ضرور ضرور تمہارا امتحان لیں گے۔ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ کے معنیٰ امتحان لینے کے ہیں، جیسا کہ سورۂ ملک میں فرمایا لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا[۳] اے انسانو! تم کو زندگی ہم نے اس لیے دی ہے کہ تاکہ ہم تمہیں آزمائیں کہ تم میں

[۱] البقرۃ: ۱۵۵-۱۵۷

[۲] صحیح البخاری: ۱/۱۷۵ (۱۲۸۵)، باب یعذب المیت ببکاء اهله علیه، المکتبۃ المظهریۃ

[۳] الملک: ۲

کون اچھے عمل کرتا ہے اور زندگی کے بعد موت دیتا ہوں تاکہ تم واپس آکر مجھے اپنا حساب کتاب پیش کرو۔

ابتلاء وامتحان کا مفہوم

علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں کہ حقیقتِ امتحان، حقیقتِ ابتلا، حقیقتِ اختبار کا عام مفہوم تحصیلِ علم ہے کہ جس کا امتحان لیا جائے اس کے بارے میں علم حاصل کیا جائے کہ اس کے اندر کیا قابلیت ہے۔ جیسے مدرسوں کے ممتحن اور مہتمم اسی لیے امتحان لیتے ہیں کیوں کہ ان کو خبر نہیں ہوتی کہ طالب علم میں کتنی قابلیت ہے، اس کو سبق یاد ہے یا نہیں اور یہ پاس ہوگا بھی یا نہیں۔ تو یہاں قابلیت کا علم حاصل کرنے کے لیے امتحان لیا جاتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف اس مفہوم کی نسبت کرنا محال ہے کیوں کہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ نعوذ باللہ! اللہ تعالیٰ یہ علم حاصل کرنے کے لیے امتحان لیتے ہیں کہ کون کس درجے کا صابر اور کس درجے کا وفادار ہے اور یہ اللہ کے لیے محال ہے کہ وہ اپنے بندوں کی قابلیت سے بے خبر ہو کیوں کہ وَھُوَاللَّطِیۡفُ الۡخَبِیۡرُ۔[۴] وَھُوَ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ[۵] وہ لطیف ہے، خبیر ہے، علیم ہے، ہمارے سینوں کے بھیدوں کو بھی جانتا ہے۔ لہٰذا یہاں امتحان کے معنیٰ یہ نہیں ہیں کہ اللہ ایمان والوں کی قابلیت صبر جاننے کے لیے امتحان لیتا ہے کیوں کہ اللہ کو ہمارے امتحان کی کوئی ضرورت نہیں وہ بغیر امتحان جانتا ہے کہ کون کتنے پانی میں ہے، ہماری طاقت دست و بازو سے وہ باخبر ہے، لہٰذا یہاں اللہ تعالیٰ کا لفظ امتحان اور ابتلا استعمال فرمانا تحصیلِ علم کے لیے نہیں ہے بلکہ اس کو استعارۂ تمثیلیہ کہتے ہیں جس سے مراد یہ ہے کہ ہم تو اپنے عاشقوں کے مقامات کو جانتے ہی ہیں کہ وہ ہر حال میں صابر اور میرے وفادار رہیں گے۔

عاشقانِ خدا کے امتحان کا مقصد

لیکن اس امتحان سے سارے عالَم کو دکھانا چاہتے ہیں، سارے عالم میں اللہ تعالیٰ اپنے

۴؎ الملك:۱۴

۵؎ الحدید:٦

عاشقوں کی تاریخ سازی کرتے ہیں کہ میرے عاشق ایسے باوفا ہوتے ہیں کہ مصائب میں بھی مجھ کو نہیں بھولتے اور نعمتوں میں بھی مجھے فراموش نہیں کرتے لہٰذا یہاں امتحان سے تحصیلِ علم کا مفہوم محال ہے، یہ تو بندوں کے لیے ہے کیوں کہ ہم تو محتاج ہیں، ہم امتحان کے ذریعے دوسروں کی قابلیت کا علم حاصل کرتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ امتحان سے بے نیاز ہے، وہ بغیر امتحان ہمیں خوب جانتا ہے۔ وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ ضرور ضرور ہم تمہارا امتحان لیں گے یعنی ان آزمایشوں سے، ان مجاہدات سے تمہیں گزاریں گے تاکہ سارے عالَم میں اے ایمان والو! تمہاری وفاداری کی تاریخ روشن ہوجائے اور تمہاری وفاداری بھی ہمارے فضل سے ہوگی، ہماری امداد سے ہوگی۔ وَ مَا صَبۡرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ[6] جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صبر اللہ کی مدد کا محتاج ہے تو اُمت کہاں سے صبر لائے گی؟ ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ سے صبر مانگنا چاہیے۔

شرح حدیث اَللّٰهُمَّ اجۡعَلۡنِیۡ صَبُوۡرًا ...الخ

اَللّٰهُمَّ اجۡعَلۡنِیۡ صَبُوۡرًا وَّاجۡعَلۡنِیۡ شَكُوۡرًا وَّاجۡعَلۡنِیۡ فِیۡ عَیۡنِیۡ صَغِیۡرًا وَّفِیۡ اَعۡیُنِ النَّاسِ كَبِیۡرًا[7]

اے اللہ! مجھے بہت زیادہ صبر کرنے والا اور بہت زیادہ شکر کرنے والا بنا دیجیے اور میری نظر میں آپ مجھ کو چھوٹا دکھائیے اور مخلوق کی نظر میں آپ مجھ کو بڑا دکھائیے۔ میری نظر میں مجھ کو صغیر رکھیے لیکن بندوں کی نظر میں کبیر کردیجیے تاکہ ہم جب کوئی دین کی بات پیش کریں تو وہ سر آنکھوں پر قبول کرلیں۔ اس لیے دین کے خادموں کو یہ دعا ضرور مانگنی چاہیے کیوں کہ اُمت میں اگر ان کی عزت و قدر و منزلت نہیں ہوگی تو پھر ان کی بات کی اہمیت نہیں ہوگی لہٰذا جب مخلوق تعریف کرے تو شکر کرو کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمالی کہ مخلوق میں ہمیں بڑا دکھارہا ہے لیکن اپنے کو بڑا سمجھنا حرام ہے، اس لیے روزانہ اللہ تعالیٰ سے کہو کہ اے اللہ! میں ساری دنیا کے مسلمانوں سے کمتر ہوں فی الحال اور کافروں اور جانوروں سے کمتر ہوں فی المآل کیوں کہ ابھی معلوم نہیں کہ خاتمہ کس حال پر ہونا مقدر ہے۔

[6] النحل:۱۲۷

[7] مسند البزار:۳۱۵/۱۰(۴۴۳۹)،مکتبة العلوم والحکم مدینة المنورة

اللہ تعالیٰ کے امتحان کے منصوص پرچے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَ لَنَبۡلُوَنَّکُمۡ بِشَیۡءٍ ہم ضرور ضرور تمہارا امتحان لیں گے مگر امتحان جو ہو گا بہت ہلکا ہو گا۔ شَیۡءٍ میں جو تنوین ہے وہ تقلیل کے لیے ہے، شَیۡءٍ کے معنیٰ ہیں تھوڑا اور ب داخل کر دیا جس کے معنیٰ ہوئے کہ شَیۡءٍ کا بھی کچھ جز یعنی قلیل ترین بہت تھوڑا، بہت ہلکا پرچہ ہو گا لہٰذا زیادہ گھبر اؤ مت اور کس چیز میں امتحان ہو گا؟ آگے پرچۂ مضمون بھی بتا دیا۔ علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ اگر امتحان لینے والا سوالات کو پہلے ہی سے بتا دے تو بتائیے کہ کتنا آسان پرچہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے امتحان کے پرچوں کو بتا رہے ہیں کہ فلاں فلاں مضامین میں تمہارا امتحان ہو گا، اس لیے امتحان کے پرچوں سے آگاہ فرما دیا اور تفسیر روح المعانی میں ایک وجہ اور بیان فرمائی کہ مصیبت فجائیہ یعنی جو مصیبت اچانک آجاتی ہے وہ زیادہ محسوس ہوتی ہے اور اگر معلوم ہو جائے کہ یہ مصیبت آنے والی ہے تو اس کے لیے فیلڈ تیار ہو جاتی ہے، صبر آسان ہو جاتا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سے آگاہ فرما دیا کہ فلاں فلاں مصیبت تم لوگوں کو آئے گی اور ان ان مصائب میں تمہارا امتحان ہو گا۔ تو پہلے سے علم ہو جانے سے پرچہ اور آسان ہو گیا اور اسی لیے اکثر مریض کافی دن تک بیمار رکھے جاتے ہیں تاکہ اس کے متعلقین دھیرے دھیرے اس مصیبت کے لیے تیار ہو جائیں، جب دیکھتے ہیں کہ میرے ماں باپ یا قریبی عزیز چارپائی پر پیشاب پاخانہ کر رہے ہیں تو جن کی موت سے ڈر رہا تھا وہ خود ہی دعا مانگنے لگتا ہے کہ یااللہ! میرے اماں ابا کو یا بیوی کو یا شوہر کو یہ تکلیف نہ دیجیے، اب تحمل نہیں کہ اگر اب زیادہ دن تک فالج رہے گا تو میرے ماں باپ کی کھالیں سڑ جائیں گی، زخمی ہو جائیں گی اور تمام بدن سڑ جائے گا۔ کروٹ نہ لینے سے بدن سڑ جاتا ہے، یہ حرکت جو ہے ہماری حفاظت ہے، جو ہم چلتے پھرتے رہتے ہیں، اگر ایک طرح لیٹے رہیں تو کھال زخمی ہونے لگتی ہے۔

تاثیر صحبتِ اہل اللہ

جیسے اصحابِ کہف کو اللہ نے سلا دیا اور تقریباً تین سو برس تک وہ سوتے رہے اور زندہ بھی رہے، اللہ نے ان پر صرف نیند طاری کر دی تھی، جب ظالم بادشاہ کے ظلم سے بچنے کے لیے وہ غار میں گئے، ایک کتا ان کے ساتھ جانے لگا، یہ اصحابِ کہف اس کو پتھر مار رہے

تھے کہ تُو کہاں آرہا ہے منحوس! تجھ کو پالنا بھی جائز نہیں۔ تفسیر روح المعانی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو زبان دے دی۔ اس نے کہا میں کتّا تو ہوں لیکن مجھے عام کتوں کی طرح نہ سمجھیے، میں آپ کی حفاظت کروں گا۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ اس کا نام قِطْمِیْرْ ہے اور ان اولیاء اللہ کی برکت سے وہ بھی جنت میں جائے گا۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کی صحبت کی تاثیر تو دیکھو کہ کتّا جیسا نجس جانور جس کا لعاب دہن پیشاب کے برابر ناپاک، اس ناپاک کو بھی اللہ تعالیٰ پاک کرکے جنت میں بھیج دیں گے۔ یہ ہے صحبتِ اہل اللہ، جس کی بعض نادان اپنے تکبر کی وجہ سے حقارت بیان کرتے ہیں کہ اللہ والوں کی صحبت سے کچھ نہیں ہوتا۔ دیکھ لو اصحابِ کہف کو۔ قرآنِ پاک ناطق ہے اس منطوق کا، اس مفہوم کا جو میں نے پیش کیا کہ اصحابِ کہف کی برکت سے وہ کتا جنت میں جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اصحابِ کہف میرے اولیاء تھے اور ان کو چوں کہ کئی سو برس تک سلانا تھا تو ان کو کروٹ کون دیتا تھا؟ فرماتے ہیں وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَ ذَاتَ الشِّمَالِ[۸] ہم خود اپنی رحمت سے ان کو دائیں بائیں کروٹ دیا کرتے تھے۔ جیسے ماں اپنے بچے پر رحم کرتی ہے تاکہ زمین پر لگنے سے ان کی کھالیں زخمی نہ ہوجائیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم دیکھو۔ جو لوگ ڈرتے ہیں کہ اگر ہم اللہ والے ہوجائیں گے، اگر ہم داڑھی رکھ لیں گے، اگر ہم خاندان کی رسومات شادی بیاہ میں اور ناچ گانے میں شرکت نہیں کریں گے تو ہمیں کون پوچھے گا، ہم معاشرے سے کٹ جائیں گے، سوسائٹی ہمیں نہیں پوچھے گی تو ہمارا کیا ہوگا؟ میں کہتا ہوں کہ وہی ہوگا جو اصحابِ کہف کے ساتھ ہوا۔ اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت فرمائیں گے۔ وہ اپنے اولیاء کو دوسروں کے حوالے نہیں کردیتے کہ جاؤ! تم ہمارے دوست تو ہو لیکن ہمیں تمہاری پروا نہیں ہے۔ آہ! اللہ تعالیٰ بہت پروا کرتے ہیں اور واہ واہ بھی دلاتے ہیں، ہر طرف عزت دیتے ہیں دنیا میں بھی آخرت میں بھی۔

اللہ تعالیٰ کے امتحان کا پہلا پرچہ

تو اللہ تعالیٰ امتحان سے آگاہ فرمارہے ہیں وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ تمہیں ضرور ضرور آزمائیں گے اور اس آزمایش اور امتحان کا پہلا پرچہ خوف ہے یعنی خوف میں

۸۔ الکھف: ۱۸

ہم تمہارا امتحان لیں گے لیکن گھبرانا نہیں، یہ پرچہ بھی بہت آسان اور ہلکا ہوگا۔ بِشَیۡءٍ کا استعمال بھی تقلیل کے لیے ہے اور تنوین بھی تقلیل کے لیے اور من بھی تبعیضیہ ہے یعنی بہت ہی قلیل خوف سے تمہاری آزمائش ہوگی جو دُشمنوں سے یا نزولِ حوادث یا مصائب کی وجہ سے پیش آئے گا۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں اَلۡمُرَادُ بِالۡخَوۡفِ خَوۡفُ الۡعَدُوِّ [۹] خوف سے مراد دُشمن کا خوف ہے۔

انبیاء علیہم السلام پر مصائب کی وجہ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَ کَذٰلِکَ جَعَلۡنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا مِّنَ الۡمُجۡرِمِیۡنَ [۱۰] ہر نبی کے لیے ہم نے دُشمن بنایا، یہ جَعَلَ تکوینی ہے، انبیاء کی ترقی درجات وتربیت کے لیے۔ پس جس کا کوئی دُشمن نہ ہو سمجھ لو یہ شخص عَلٰی مِنۡهَاجِ النُّبُوَّةِ نہیں ہے ورنہ اس کے بھی دُشمن ہوتے، اگرچہ اُمتی کا پرچہ نبیوں سے آسان ہوتا ہے کیوں کہ بڑے لوگوں کا امتحان بھی بڑا ہوتا ہے۔ اس لیے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جتنے مصائب مجھے دیے گئے کسی نبی کو ان مصائب سے نہیں گزارا گیا کیوں کہ آپ سیّد الانبیاء تھے، لہٰذا

جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے

اسی طرح صحابہ کو دُشمن کا خوف رہتا تھا۔ وَ بَلَغَتِ الۡقُلُوۡبُ الۡحَنَاجِرَ یہاں تک کہ بعض وقت کلیجے منہ کو آگئے۔ وَزُلۡزِلُوۡا زِلۡزَالًا شَدِیۡدًا [۱۱] اور سخت زلزلے میں ڈالے گئے، ان کو ہلادیا گیا، لیکن پھر بھی وہ حَسۡبُنَا اللّٰهُ وَ نِعۡمَ الۡوَکِیۡلُ [۱۲] کہتے تھے کہ ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔ غرض وہ خوف میں مبتلا کیے گئے۔

اولیاء اللہ پر مصائب کی وجہ

بات یہ ہے کہ اللہ جس کو اپنا مقبول بناتا ہے، بڑے درجے کی عزت دیتا ہے تو اس کو

---

۹ روح المعانی:۲/۲۲،البقرة(۱۵۵)،مکتبة دارا حیاء التراث،بیروت

۱۰ الفرقان:۳۱

۱۱ الاحزاب:۱۱-۱۰

۱۲ اٰل عمرٰن:۱۷۳

ذرا خوف سے بھی گزارا جاتا ہے تاکہ اس کا دل مضبوط ہو جائے اور اتنا غم پہنچایا جائے کہ جب اس کو ساری دنیا میں عزت اور خوشی ملے تو اس کے سابقہ غم تکبر سے اس کی محافظت کریں، اس کی عبدیت کا زاویہ قائمہ ۹۰ ڈگری قائم رہے، ایسا نہ ہو کہ چاروں طرف سے واہ واہ ہو تو اس کی آہ ختم ہو جائے۔ جس متبع سنت بندے کو اللہ تعالیٰ بڑا رُتبہ دینا چاہتے ہیں اس کو اتنا غم دیتے ہیں کہ اس کی آہ نہ باہ سے ضایع ہوتی ہے نہ جاہ سے ضایع ہوتی ہے اور نہ واہ واہ سے ضایع ہوتی ہے۔ سارا عالَم اس کی تعریف کرے لیکن اس کی بندگی اور اس کی عاجزی، اس کی آہ وزاری، اس کی اشکباری ہمیشہ قائم اور تابندہ درخشندہ اور پایندہ رہتی ہے، اس لیے غم سے گھبرانا نہیں چاہیے، ایسے حالات سے اللہ تعالیٰ گزار دیتا ہے۔ دیکھ لو! صحابہ کو خطاب ہو رہا ہے وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ اور جنگِ بدر وغیرہ میں کیسے کیسے مصائب سے گزرے لیکن انبیاء کو جو مصائب دیے جاتے ہیں وہ ان کی بلندیٔ درجات کے لیے ہوتے ہیں۔ انبیاء کو عجب و کبر سے حفاظت کے لیے نہیں دیے جاتے کیوں کہ نبی معصوم ہوتا ہے، اخلاقِ رذیلہ اس کے اندر پیدا ہی نہیں ہو سکتے، اس لیے انبیاء کے مصائب ان کی رفعتِ شان اور بلندیٔ درجات کے لیے ہوتے ہیں لیکن اولیاء اللہ کو خوف اور مصیبت جو پیش آتی ہے اس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ عجب و کبر سے ان کی حفاظت رہے۔

امتحان کا دوسرا پرچہ

اور خوف کے بعد دوسرے امتحان سے آگاہ فرما رہے ہیں وَالۡجُوۡعِ تمہارے امتحان کا دوسرا پرچہ بھوک ہے۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ یہاں بھوک سے مراد قحط ہے، اصل میں بھوک مسبب ہے، اس کا سبب قحط ہے لہٰذا اس کی تفسیر قحط سے کی کہ بارش نہیں ہوگی تو غلّہ کم ہو جائے گا اور روٹی نہیں ملے گی تو بھوک لگے گی تو یہ تسمیۃ السبب باسم المسبب ہے۔ اس کو بلاغت کے علم میں مجاز مرسل کہتے ہیں۔ اس نبی اُمّی کی زبان سے مجاز مرسل کا استعمال جس نے کبھی مکتب کا منہ نہ دیکھا ہو، نہ مختصر المعانی پڑھی ہو، نہ مجازِ مرسل کا نام سنا ہو، یہ دلیل ہے کہ یہ نبی اپنی طرف سے کلام نہیں بناتا۔ بکریاں چرانے والا پیغمبر اپنی بلاغت سے تمام عالَم کو عاجز کر رہا ہے۔ اس اُمّی کی زبان سے ایسا فصیح و بلیغ کلام جاری ہونا خود دلیل ہے کہ یہ نبی کا کلام

نہیں بلکہ سینۂ نبوت پر کلام اللہ نازل ہورہا ہے اور کلام اللہ کو آپ کے قلب مبارک میں جمع کرنے اور آپ کی زبان مبارک سے پڑھوانے اور بیان کرانے کی ذمہ داری بھی اللہ تعالیٰ نے لی۔ جب قرآنِ مجید نازل ہوتا تھا تو آپ ڈر کی وجہ سے جلدی جلدی دہراتے تھے کہ کہیں بھول نہ جاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں آیت نازل فرمائی کہ اے نبی! نزولِ وحی کے وقت آپ جلدی جلدی دہرایا نہ کیجیے کیوں کہ آپ کے قلب مبارک میں اس کا جمع کرادینا اورآپ کی زبان مبارک سے پڑھوادینا ہمارے ذمہ ہے۔ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ [۱۳] پھر لوگوں کے سامنے اس کا بیان کرادینا بھی ہمارے ذمہ ہے، لہٰذا آپ کیوں گھبراتے ہیں۔

امتحان کا تیسرا پرچہ

تو امتحان کے دو پرچے ہوگئے۔ پہلا پرچہ خوف ہے اور دوسرا پرچہ بھوک اور تیسرا پرچہ ہے وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ اور کبھی کبھی تمہارے مال میں بھی نقصان ہوگا اور کس طرح سے ہوگا؟ کبھی تجارت میں گھاٹا ہوگا اور صاحب تفسیر روح المعانی لکھتے ہیں کہ کبھی باغات میں پھل نہیں آئیں گے۔ تو پھلوں کی کمی سے مال کی کمی ہوجائے گی۔

امتحان کا چوتھا پرچہ

اور چوتھا پرچہ ہے وَالْاَنْفُسِ اور کبھی کبھی تمہارے پیاروں کی ہم جان لے لیں گے یعنی ذَهَابُ الْاَحِبَّةِ لِسَبَبِ الْقَتْلِ وَالْمَوْتِ [۱۴] کسی کا قتل ہوگا، کسی کو موت آئے گی، اس طرح اللہ کی طرف جانا ہوگا۔ موت چاہے قتل سے ہو یا طبعی ہو کبھی تمہارے پیارے اُٹھائے جائیں گے تو اس میں بھی تمہارا امتحان ہوگا۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ پرچہ آؤٹ کرکے اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی بتادیا کہ یہ مصیبت اچانک نہیں ہوگی کیوں کہ ہم تو پہلے ہی بتاچکے ہیں کہ ان مضامین میں تمہارا امتحان ہوگا۔ اچانک مصیبت آنے والی ہے تو آدمی اس کے لیے تیار ہوجاتا ہے اور پھر بتانے والا اللہ جہاں تخلّف نہیں ہوسکتا، جہاں جھوٹ کا امکان نہیں ہے۔

---

[۱۳] القیٰمۃ:۱۹

[۱۴] روح المعانی:۲/۲۲،البقرۃ(۱۵۵)،مکتبۃ دار احیاء التراث،بیروت

امتحان کا پانچواں پرچہ

اور پانچواں امتحان ہے وَالثَّمَرٰتِ اور کبھی اللہ تعالیٰ پھلوں کی کمی سے آزمائیں گے۔ اس کی تفسیر بعضوں نے یہ بھی کی ہے کہ اس سے مراد اولاد کا انتقال ہے کہ اولاد ماں باپ کے لیے پھل ہوتے ہیں۔ بہر حال ظاہر تفسیر یہی ہے کہ باغات میں پھل نہیں آئیں گے۔

مصیبت اور لفظ بشارت کا ربط

کیوں صاحب اگر مصیبتیں، بلائیں اور تکالیف بُری چیز ہیں تو کیا بُری چیز پر بھی بشارت دی جاتی ہے؟ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صبر کرنے والوں کو بشارت دے دیجیے، خوشخبری سنا دیجیے۔ کسی کو تکلیف ہو اور آپ کہیں مبارک تو اس کو کس قدر غم ہو گا، لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اس امتحان میں جب کوئی مبتلا ہو تو آپ بشارت دے دیجیے۔ کس کو بشارت دیجیے؟ صبر کرنے والوں کو۔ معلوم ہوا کہ مؤمن کے لیے مصیبت اگر بُری چیز ہوتی تو یہاں اللہ تعالیٰ لفظ بشارت نازل نہ فرماتے اور بشارت دینے والا اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ہے اور جس کے ذریعے سے بشارت دلا رہے ہیں وہ رحمۃ للعالمین ہے یعنی سب سے بڑے پیارے نے مخلوق میں سب سے بڑے پیارے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بشارت دلوائی ہے لہٰذا یہ بشارت بھی کتنی پیاری ہے۔ یہ بشارت دلیل ہے کہ یہ مصیبت زحمت نہیں رحمت ہے، نعمت ہے اور کوئی عظیم الشان چیز ملنے والی ہے جیسے کوئی کسی سے موٹر سائیکل چھین لے اور مرسڈیز دے دے تو بتائیے کیا یہ مصیبت ہے؟ پس مصیبت مؤمن کے لیے بُری چیز نہیں ہے کیوں کہ صبر کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اس کو مل جاتے ہیں اور ؎

متاعِ جانِ جاناں جان دینے پر بھی سستی ہے

پس صبر اتنی بڑی نعمت ہے جس پر معیتِ الٰہیہ کا انعامِ عظیم ملتا ہے۔

صبر کی تین قسمیں

اور صبر کے تین معنیٰ ہیں، سن لو:

مصیبت میں صبر کرنا

۱)اَلصَّبْرُ فِي الْمُصِيْبَةِ مصیبت میں صبر کرنا یعنی اللہ کی مرضی پر راضی رہے، دل سے شکایت اور اعتراض نہ کرے۔ حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس طرح نماز فرض ہے، روزہ فرض ہے، حج فرض ہے، زکوٰۃ فرض ہے، جہاد فرض ہے اتنا ہی اللہ کی مرضی پر راضی رہنا بھی فرض ہے جس کا نام رضا بالقضاء ہے۔ اللہ کے فیصلے پر راضی رہنا یہ صرف سنت اور مستحب اور واجب نہیں بلکہ فرض ہے کہ دل میں اعتراض نہ پیدا ہو اور دل سے شکایت نہ کرے گو آنکھیں اشکبار ہو جائیں۔ اشکبار ہونا اور غم کا اظہار کرنا یہ صبر اور رضا بالقضاء کے خلاف نہیں۔ میرا ایک شعر ہے ؎

حسرت سے میری آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں
دل ہے کہ ان کی خاطر تسلیم سر کیے ہے

بعض نادان کہتے ہیں کہ دیکھو! اتنے بڑے عالم ہو کر رو رہے ہیں۔ وہ نادانی سے سمجھتے ہیں کہ رونا خلافِ سنت ہے حالاں کہ خلافِ سنت تو کیا ہوتا عین اتباعِ سنت ہے کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کا جب انتقال ہوا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے۔ صحابہ کے سوال پر آپ نے فرمایا کہ یہ دلیلِ رحمت ہے، یہ بے صبری نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ اپنے پیاروں کے انتقال پر رونا خلافِ صبر نہیں لہٰذا جس کی آنکھوں سے آنسو بہہ گئے اس نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ادا کی۔ بعض لوگوں نے ضبط کیا اور نہیں روئے، آہ بھی نہیں کی تو کیا ہوا کہ برداشت نہ کر سکے اور حرکتِ قلب بند ہو گئی لہٰذا اتباعِ سنت میں ہماری حیات ہے، ہماری زندگی کی ضمانت ہے۔ اس لیے غم میں کچھ آہ کر لو، کچھ رو لو، کچھ مرنے والے کا تذکرہ بھی کر لو، یہ دلیلِ رحمت ہے، دلیلِ تعلق ہے اور اس سے دل ہلکا ہو جاتا ہے، یہ خلافِ صبر نہیں۔ بے صبری یہ ہے کہ اعتراض کرنے لگے یا زبان سے شکوہ کرے کہ میرے عزیز کو ابھی سے کیوں اُٹھا لیا وغیرہ۔

طاعت پر صبر کرنا

اور صبر کی دوسری قسم کا نام ہے اَلصَّبْرُ عَلَى الطَّاعَةِ یعنی جو نیک اعمال کرتا

ہے، دین کا جو کام کرتا ہے جیسے نماز، روزہ، ذکر و تلاوت سب پر قائم رہے۔ فرماں برداری وطاعت پر قائم رہنا بھی صبر ہے۔

گناہوں سے صبر کرنا

اور تیسری قسم ہے۔ اَلصَّبْرُ عَنِ الْمَعْصِيَةِ[۱۵] جب گناہ کا تقاضا ہو تو نفس کو گناہ سے روکنا اور نفس پر کنٹرول رکھنا اور اس گناہ سے رُکنے میں دل پر جو غم اور دُکھ آئے اس کو برداشت کرنا یہ صبر سب سے اعلیٰ ہے، یہ وہ صبر ہے جس سے انسان ولی اللہ بن جاتا ہے۔ جس کا دل گناہ کے لیے بے چین ہو رہا ہو، جو شخص گناہوں کے شدید تقاضے دل میں رکھتا ہو اگر کوئی حسین شکل سامنے آجائے تو اسے دیکھنے کا شدید تقاضا ہوتا ہے مگر یہ تقاضے پر عمل نہیں کرتا اور چوں کہ تقاضا شدید ہے، اس کی وجہ سے اس کے بچنے میں اس کو مجاہدہ شدید ہوگا اور جب مجاہدہ شدید ہوگا تو اس کو مشاہدہ بھی شدید ہوگا یعنی اللہ کی تجلی اس کے قلب پر قوی تر ہوگی۔

قلبِ شکستہ اور نزولِ تجلیاتِ الٰہیہ

اس لیے جو لوگ نظر بچاتے رہتے ہیں اور گناہ سے بچنے کا شدید غم اُٹھاتے رہتے ہیں، جو سینے میں ایسا دل رکھتے ہیں جو اللہ کو خوش کرنے کے لیے اپنی خوشیوں کا خون کرتا رہتا ہے تو ایسے دلوں پر اللہ تعالیٰ کی تجلیاتِ قربِ الٰہیہ متواترہ مسلسلہ وافرہ بازغہ عطا ہوتی ہیں۔ جن کے سینے ایسے دل کے حامل ہوں ان کے پاس بیٹھ کے دیکھو، ان کی شان کوکر کی ہوجاتی ہے جو آج کل کی جدید ایجاد نے ثابت کردیا کہ جو بریانی پانچ چھ گھنٹے میں تیار ہوتی تھی اب چند منٹ میں تیار ہوجاتی ہے۔ پس ایسے دلوں کی صحبت بھی کوکر کی شان رکھتی ہے کہ چند صحبتوں میں ان کے ساتھ رہنے والوں کو نسبتِ اولیائے صدیقین عطا ہوجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے یہ غم اُٹھانے والے بندے اپنے سینے میں قلبِ شکستہ، ٹوٹا ہوا دل اور خونِ آرزو کا دریا رکھتے ہیں۔ ان کی صحبتوں میں بیٹھو پھر دیکھوگے کہ اللہ کے راستے کی جو مسافت دس سال میں طے ہوتی وہ چند گھنٹوں میں ان شاء اللہ طے ہوجائے گی۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

---

[۱۵] روح المعانی: ۴/۱۷۵، اٰل عمرٰن (۲۰۰)، مکتبۃ دار احیاء التراث، بیروت

میرے اس قول کی تائید ہے کہ مولانا رومی کو سو برس کی تہجد سے جو قرب عطا ہوتا وہ شمس الدین تبریزی کی صحبت سے چند دنوں میں عطا ہو گیا۔ پس جو شخص صبر کی مذکورہ تینوں قسموں پر عمل کرے گا تو پھر اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ[۱۶] یعنی اللہ تعالیٰ کی معیت خاصہ کا انعام ہے اور صبر کی بدولت ہی ولایت کا سب سے اعلیٰ مقامِ صدیقیت نصیب ہوتا ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

صبر بگزیدند و صدیقیں شدند

انہوں نے صبر اختیار کیا اور مقامِ صدیقیت تک پہنچ گئے۔ یہ نہیں کہ مصیبت پر صبر کر لیا، طاعت پر بھی صبر کر لیا لیکن شراب و زنا اور بد معاشی جاری ہے۔ معیتِ خاصہ کا انعام جب ملتا ہے جب صبر کی تینوں قسموں پر عمل ہو۔ خصوصاً جو اَلصَّبْرُ عَنِ الْمَعْصِيَةِ یعنی گناہوں کے تقاضوں پر صبر نہیں کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی ولایتِ علیا سے محروم رہے گا۔ ولایتِ عامہ تو ہر مؤمن کو حاصل ہے مگر میں جو یہ کہہ رہا ہوں کہ جو چاہے کہ میرے قلب میں شکستگی آجائے، میرا دل اللہ کی محبت میں جلا بھنا کباب ہو اور میرے قلب پر تجلیاتِ الٰہیہ متواترہ مسلسلہ بازغہ وافرہ عطا ہوں تو وہ گناہوں سے بچنے کا غم اُٹھالے۔

ولایت ونسبت کی علامت

پھر وہ جہاں جائے گا اللہ کے عشق و محبت کے مشک کی خوشبو اُڑ جائے گی۔ بڑے بڑے علماء تسلیم کرنے پر مجبور ہوں گے کہ آہ! یہ علوم تو ہم نے بھی پڑھے ہیں، مگر اس کی زبان سے کیا بات نکل رہی ہے۔ بات یہ ہے کہ یہ وہ ہرن ہے جس کے نافہ میں مشک ہے۔ دو ہرن کھڑے ہیں، ایک کے پیٹ سے مینگنی نکل رہی ہے، مشک سے اس کا نافہ خالی ہے اور دوسرا ہرن اپنے پیٹ میں آدھا کلو مشک رکھتا ہے، لاکھوں لاکھوں کا مشک ہے تو پھر یہ کھڑا رہتا ہے، لیٹ کر گہری نیند نہیں لیتا، کھڑے کھڑے اونگھ لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو قوت دیتا ہے، یہی ہلکی سی اونگھ اس کے لیے کافی ہے، کھڑا رہے گا، نہ لیٹے گا، نہ بیٹھے گا کیوں کہ اس کے پاس

۱۶؎ البقرۃ:۱۵۳

ایک امانت آگئی اور دیکھتا ہے کہ شکاری لوگ مشک چھیننے کے لیے میری تاک میں ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ جس کو اپنے تعلق کی دولت، نسبت کی دولت، ولایت کی دولت اپنے قربِ خاص کی دولت دیتے ہیں تو اس کے سامنے مشک کیا چیز ہے؟ پھر وہ بھی چوکنا رہتا ہے کہ کہیں کوئی حسین میری دولتِ نسبت کو چرا نہ لے یعنی مجھ سے گناہ صادر نہ ہو جائے۔ نسبت مع اللہ کے مشک کی حفاظت میں وہ ہر وقت بیدار و چوکنا رہتا ہے۔

نہ کوئی راہ پا جائے نہ کوئی غیر آجائے
حریمِ دل کا احمد اپنے ہر دم پاسباں رہنا

مشک تو مخلوق ہے، یہ خالق کا مشک لیے بیٹھا ہے، اللہ تعالیٰ کی خوشبو لیے ہوئے ہے۔ اسی لیے حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کی خوشبو دو سو میل حجاز مقدس تک گئی جبکہ رسولِ خدا حالتِ سفر میں تھے اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ الرَّحْمٰنِ مِنْ قِبَلِ الْیَمَنِ [۱۷] یمن سے مجھے اللہ کے قرب کی خوشبو آرہی ہے۔

مشک میں اتنی طاقت کہاں کہ دو سو میل تک اس کی خوشبو جائے، یہ حضرت اویس قرنی کے قلب کی خوشبو تھی جو اللہ کی محبت میں جل رہا تھا۔ اسی کو مولانا رومی فرماتے ہیں۔

گفت پیغمبر کہ بر دست صبا
از یمن می آیدم بوئے خدا

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبا کے ہاتھوں پر، ہواؤں کے کندھوں پر یمن سے مجھے اللہ تعالیٰ کی خوشبو آرہی ہے۔ دیکھیے! اللہ والوں کی خوشبو کہاں تک پرواز کرتی ہے؟ بعض وقت اللہ والوں کی خوشبو سارے عالَم میں پھیلتی ہے اور ان کے انتقال کی خبر بغیر خبر کے نشر ہو جاتی ہے۔ جب سورج ڈوبتا ہے تو سب کو پتا چل جاتا ہے یا نہیں یا ریڈیو پر اعلان ہوتا ہے؟ سورج ڈوبتے ہی ہر آدمی اندھیرا محسوس کرتا ہے۔ ایسے ہی حکیم الامت مجدد الملت آفتابِ ملت تھے، جب ان کا انتقال ہوا تو خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب وہاں اس وقت موجود نہیں تھے لیکن انہوں نے اپنے دل میں اندھیرا محسوس کیا اور فرمایا محسوس ہو رہا ہے کہ نور ایک دم

۱۷ التشرف بمعرفة احادیث التصوف: ۷۴،۱۹۰، مؤلفه التهانوی رحمه الله تعالیٰ

دل میں کم ہو گیا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حکیم الامت کا انتقال ہو گیا ہے اور بعد میں وقت ملایا تو وہی وقت تھا جب حکیم الامت حضرت تھانوی کا انتقال ہوا تھا۔ اس لیے کہتا ہوں کہ اللہ والے ہو جاؤ، پھر دوبارہ زندگی نہیں ملے گی۔ اگر چاہتے ہو کہ تجلیاتِ قربِ الٰہیہ آپ کے دلوں پر متواترہ مسلسلہ وافرہ بازغہ عطا ہوں تو ذرا ہمت سے کام لو، مرنے کے بعد تو گناہ چھوڑ دو گے، جیتے جی چھوڑ دو۔

گناہ چھوٹنے اور گناہ چھوڑنے کا فرق

تمہارا جنازہ بد نظری نہیں کر سکتا، مرنے کے بعد مردہ جسم کی قربانی اللہ کو قبول نہیں ہے، اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ ہم پر زندہ فدا ہو جائیں، تم کس کا انتظار کر رہے ہو کہ مر جائیں گے تب گناہ چھوڑیں گے، اس وقت آپ چھوڑیں گے نہیں گناہ چھوٹ جائیں گے، اس کا نام چھوٹنا ہے چھوڑنا نہیں، جیتے جی گناہ چھوڑ دو تاکہ اللہ کی دوستی کا اعلیٰ مقام نصیب ہو جائے، گناہ چھوڑنے کی تکلیفیں اُٹھاؤ، جب اُلفت کرنا ہے تو کُلفت اُٹھاؤ اور جب اُلفت ہو گی تو کلفت محسوس بھی نہیں ہو گی۔

غمِ تقویٰ کی کیف و مستیاں

نظر بچا کر دل میں وجد آجائے گا کہ واہ رے میرے مالک! آپ کی توفیق کی کیا شان ہے کہ آج سے بیس سال پہلے ہم ایک حسین کو بھی نہیں چھوڑتے تھے اور آج آپ نے یہ مقام دیا کہ ایک حسین کو بھی نہیں دیکھتے اور آپ کے راستے کا غم اُٹھانے میں وہ مستیاں مل رہی ہیں کہ کیا جانیں رِند اور کیا جانیں میخانے اور کیا جانیں جام و مینا اور کیا جانے ساقی اور یہ بات نہیں کہہ رہا ہوں اتفاقی۔ اس پر اولیاء کا اجماع ہے کہ جن لوگوں نے اللہ کے راستے میں جتنا غم اُٹھایا، ان میں اتنی ہی خوشبو پیدا ہوئی، جنہوں نے اللہ کے راستے میں سخت مجاہدہ کیا ان کو اللہ تعالیٰ کے قرب کا اتنا ہی مشاہدہ ہوا، اتنی ہی خوشبو عطا ہوئی، اتنا ہی دردِ دل عطا ہوا۔

ہم نے لیا ہے داغِ دل کھو کے بہارِ زندگی
اِک گلِ تر کے واسطے ہم نے چمن لٹا دیا

کیوں کہ دنیا کے پھول تو مرجھانے والے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے قرب کا پھول مرجھانے والا نہیں ہے۔ کُلَّ یَوۡمٍ ھُوَ فِیۡ شَاۡنٍ[18] ہر وقت، ہر لحظہ، ہر آن اللہ کی ایک نئی شان ہے۔ اس کے برعکس بڑے بڑے معشوقوں کو دیکھوگے کہ وہ حسین لڑکیاں جن پر لوگ ایمان بیچتے تھے، سو برس کی نانی اماں بن چکی ہیں اور نوجوان حسین لڑکے جن کو دیکھنے کو بڑے بڑے عقل والے پاگل ہوتے تھے اب وہی نانا ابا نظر آتے ہیں۔ ارے ظالمو! بڈھے حسن یا حسن زوال شدہ کو چھوڑ دینا تو کافر کا بھی کام ہے، ہندو بھی نہیں پوچھتا، یہودی بھی عاشق نہیں ہوتا کسی بڈھی بڈھے پر، تم مؤمن ہو کر اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں سلوک کا دعویٰ کر کے، گول ٹوپیاں پہن کر، اولیاء اللہ کی شکل بنا کر کس طرح ان بگڑنے والی شکلوں پر بگڑتے ہو اور لومڑیوں کی طرح راہِ فرار اختیار کرتے ہو، ہمت سے کام لو۔ تو اللہ تعالیٰ امتحان میں صبر کرنے والوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے بشارت دلا رہے ہیں وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیۡنَ ﴿۱۵۵﴾ الَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَصَابَتۡہُمۡ مُّصِیۡبَۃٌ ۙ قَالُوۡۤا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ ﴿۱۵۶﴾ اے نبی! آپ صبر کرنے والوں کو بشارت دے دیجیے، جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کی مِلک ہیں اور ان ہی کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے۔

استرجاع کی سنت

اور مصیبت کی چار تفسیر ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسبِ ذیل مواقع پر صبر فرمایا اور اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ پڑھا۔ ان چار مقامات پر اِنَّا لِلّٰہِ پڑھ کر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو ہدایت کر دی کہ چھوٹی سے چھوٹی مصیبت پر بھی اِنَّا لِلّٰہِ پڑھ کر اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ یعنی معیتِ خاصہ کی دولت حاصل کر لو۔ وہ کیا ہیں؟

۱) عِنۡدَ لَدۡغِ الشَّوۡکَۃِ کانٹا چبھ جانے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ پڑھا ہے۔ آیت اِذَاۤ اَصَابَتۡہُمۡ مُّصِیۡبَۃٌ کی تفسیر میں صاحبِ تفسیر روح المعانی لکھتے ہیں کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چار مواقع پر بھی اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ

۱۸؎ الرحمٰن:۲۹

پڑھ کر عمل کا راستہ کھول دیا تاکہ تمہارے اندر فہم پیدا ہو کہ کہاں کہاں پڑھنا چاہیے۔

۲) وَعِنْدَ لَسْعِ الْبَعُوْضَةِ اور جب مچھر کاٹ لیتا تھا تب بھی آپ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھتے تھے۔ یہ راستہ مل رہا ہے کہ چھوٹی مصیبت پر بھی فضیلت مل رہی ہے، ہے تو چھوٹی مصیبت مگر بڑی فضیلت لے لو، چھوٹے عمل پر اجرِ عظیم لے لو اور اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ کی معیتِ خاصہ حاصل کرلو اور آپ نے یہ خاموشی سے نہیں پڑھا ذرا بلند آواز سے پڑھا، جب ہی تو صحابہ نے سنا۔ بس صحابہ کا سننا دلیل ہے کہ آپ نے زبانِ نبوت سے جہراً پڑھا۔ جیسے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کھڑے ہو کر پڑھتے تھے یا بیٹھ کر؟ تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم نے قرآن شریف میں نہیں پڑھا وَ تَرَكُوْكَ قَآىِٕمًا خطبہ کی حالت میں آپ قائم تھے، جب اونٹوں کا قافلہ دیکھ کر گندم لینے کے لیے بعض صحابہ آپ کو چھوڑ کر چلے گئے۔ معلوم ہوا کہ آپ کھڑے ہو کر خطبہ دے رہے تھے۔ وَ تَرَكُوْكَ قَآىِٕمًا میں قَآىِٕمًا حال ہے اور فعل حال سے مقید ہوتا ہے یعنی اس حالت میں آپ کو چھوڑا کہ آپ کھڑے ہوئے تھے۔ تو ایسے ہی صحابہ کا اِنَّا لِلّٰهِ سننا دلیل ہے کہ آپ نے جہراً پڑھا۔

۳) اور تیسرا موقع جب آپ نے اِنَّا لِلّٰهِ پڑھا وَعِنْدَ انْطِفَاءِ الْمِصْبَاحِ اور جب چراغ بجھ جاتا تھا تو بھی آپ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھتے تھے۔ اس زمانے میں جب کبھی بجلی فیل ہو جائے تو اس سنت کو ادا کرلیا کریں۔ یہ نہیں کہ اب ہمارے پاس چراغ تو نہیں ہے، چراغ نہیں ہے تو بجلی تو ہے لہٰذا یہ سنت ادا کرو۔ ایک دفعہ بجلی فیل ہوگئی تو حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بجلی تو فیل ہوئی مگر دل میں تجلی تو ہے۔

۴) اور چوتھا موقع جب آپ نے اِنَّا لِلّٰهِ پڑھا وہ یہ ہے وَعِنْدَ انْقِطَاعِ الشِّسْعِ[۱۹] جب چپل کا فیتہ ٹوٹ جائے تب بھی پڑھو اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ یہ چار مثالیں ہیں۔

تعریفِ مصیبت بزبانِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم

لیکن رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رحمت دیکھیے کہ ان چار مثالوں پر

۱۹ روح المعانی: ۲/۲۳، البقرۃ (۱۵۶)، مکتبۃ دار احیاء التراث، بیروت

عمل کر کے اُمت کو دکھا دیا لیکن پھر آخر میں ایک قاعدہ کلیہ بھی بتا دیا چوں کہ ہر شفیق اور مہربان استاد چند جزئیات کے بعد ایک کلیہ بیان کر دیتا ہے تا کہ شاگرد اس پر قیاس کر سکے لہٰذا رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کلیہ بیان فرما دیا تا کہ قیامت تک آنے والی اُمت اپنی ہر حالت کو اس پر منطبق کر سکے اور قیاس کر سکے کہ اِنَّا لِلّٰہِ پڑھنے کے کیا مواقع ہو سکتے ہیں لہٰذا آپ نے کلیہ کے طور پر مصیبت کی تفسیر بیان فرما دی کہ کُلُّ مَا یُؤْذِی الْمُؤْمِنَ فَھُوَ مُصِیْبَۃٌ لَّہٗ وَلَہٗ اَجْرٌ[20] ہر وہ چیز جو مؤمن کو تکلیف پہنچا دے وہ اس کے لیے مصیبت ہے اور اس پر اجر ہے۔ اور ایک بات اور بھی سن لو کہ اگر دس سال پہلے کی مصیبت یاد آ جائے، جیسے دس سال پہلے کسی کا انتقال ہوا اور آج اس کا خیال آ گیا اور دل میں تھوڑا سا غم آ گیا تو پچھلی مصیبتوں پر بھی جو اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھے گا اس کو بھی اجر ملے گا۔

اس اُمت کی ایک امتیازی نعمت

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری اُمت کو ایک ایسی چیز دی گئی ہے جو سابقہ اُمتوں میں سے کسی اُمت کو نہیں دی گئی اور وہ یہ ہے کہ مصیبت کے وقت تم اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ کہو۔ لہٰذا ہم سب کو اپنی قسمت پر شکر کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اور طفیل میں وہ نعمت دی جو پچھلی اُمتوں میں کسی کو بھی نہیں دی۔ اور فرمایا کہ اگر پہلے کسی کو یہ نعمت دی جاتی تو سب سے زیادہ حق حضرت یعقوب علیہ السلام کا تھا کہ جب ان کے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام گم ہو گئے تو اس وقت وہ کہتے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ لیکن چوں کہ یہ نعمت کسی نبی کو نہیں دی گئی، اس لیے بیٹے کے گم ہونے پر آپ کو جو غم پہنچا تو آپ نے کہا یٰاَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ ہائے یوسف افسوس! لہٰذا اس اُمت کو اِنَّا لِلّٰہِ مابہ الامتیاز نعمت ہے جو سارے عالم میں ہم کو امتیازی شرف دیتی ہے، اُممِ سابقہ سے ممتاز کرتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے صدقے میں اللہ تعالیٰ کے کیسے کیسے کرم ہمیں عطا ہوئے۔

---

[20] روح المعانی:۲/۱۲۳، البقرۃ (۱۵۶)، دار احیاء التراث، بیروت

حقیقی صبر کیا ہے؟

علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں کہ صبر صرف زبان سے اِنَّا لِلّٰہِ پڑھنے کا نام نہیں سنتِ استر جاع یعنی اِنَّا لِلّٰہِ پڑھنے کی سنت حقیقی معنوں میں اس وقت ادا ہو گی جب زبان کے ساتھ دل بھی شامل ہو کہ ہم اللہ تعالیٰ کی ملک ہیں، ملکیت ہیں، مملوک ہیں اور مالک کو اپنی ملک میں ہر قسم کے تصرف کا اختیار ہوتا ہے، لہٰذا ہمارے گھر میں مولانا مظہر سلمہٗ کی والدہ بھی اللہ کی ملکیت تھیں۔ مالک کو اختیار ہے کہ اپنی چیز کو جہاں چاہے رکھے اور جب تک چاہے رکھے اور جہاں چاہے اُٹھا کر رکھ دے۔ اِنَّا لِلّٰہِ سے مراد یہی ہے کہ ہم ہر طرح سے اللہ تعالیٰ کی مِلک ہیں اور مالک کو ہم پر ہر طرح کے تصرف کا حق حاصل ہے۔ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ اور یہ جدائی عارضی ہے، ہم لوگ بھی وہیں جانے والے ہیں۔ یہ دو جملے ہیں، ان سے بڑھ کر کائنات میں صبر کا کوئی کلمہ نہیں ہو سکتا، مصیبت میں اس کلمہ سے زیادہ مفید و لاجواب موتی کا کوئی مفرح خمیرہ نہیں پیش کر سکتا۔

اِنَّا لِلّٰہِ کی تفہیم کے لیے ایک انوکھی تمثیل

حکیم الامت فرماتے ہیں کہ اگر کوئی انسان ایک الماری کا مالک ہو جس کے دو خانے ہوں، اس نے نیچے کے خانے میں ایک درجن پیالیاں رکھ دیں اور دو سال کے بعد نوکر سے کہا کہ نیچے کے خانے کی دو پیالیاں اُٹھا کر اوپر کے خانے میں رکھ دو۔ تو نوکر نے کہا کہ حضور! آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ دو سال سے تو یہ ساتھ تھیں۔ فرمایا کیوں مت لگا بے وقوف! الماری میری، دونوں خانے میرے اور ان خانوں میں جو پیالیاں ہیں وہ بھی میری، سب کا میں مالک ہوں، مالک کو حق ہے کہ اپنی چیز کو جہاں چاہے رکھے۔ نوکر نے کہا اچھا حضور! یہ بات تو سمجھ میں آ گئی میں اوپر ہی رکھ دیتا ہوں لیکن نچلی الماری کے خانے میں باقی دس پیالیاں جو ہیں وہ سب دو پیالیوں کی جدائی سے غمگین ہیں اور رو رہی ہیں، آپ مالک ہیں، آپ کو تصرف کا حق حاصل ہے مگر ان کے غم کا کیا مداوا ہے؟ مالک نے کہا بے وقوف! نیچے کے خانے میں کوئی نہیں رہے گا، ہم سب کو یکے بعد دیگرے اوپر رکھنے والے ہیں۔ حکیم الامت تھانوی فرماتے ہیں کہ

دنیا اور آخرت اللہ تعالیٰ کی ایک الماری ہے، اس کا ایک خانہ آسمان کے نیچے ہے یہ دنیا ہے اور دوسرا خانہ آسمان کے اوپر ہے، وہ آخرت ہے۔ اللہ تعالیٰ جب تک چاہتے ہیں ہمیں نیچے کے خانے میں رکھتے ہیں اور جب چاہتے ہیں اوپر کے خانے میں رکھ دیتے ہیں۔ یہ ہے تفسیر اِنَّا لِلّٰہِ کی کہ ہم اللہ کے ہیں، ان کی ملکیت ہیں، اس لیے ان کو ہم پر ہر طرح کے تصرف کا اختیار ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ؎

آں کہ جاں بخشد اگر بکشد رواست

جو جان دیتا ہے وہ اگر قتل بھی کردے یعنی جان کو واپس لے لے تو اس کے لیے بالکل روا ہے کیوں کہ جان بھی تو اسی نے دی تھی۔ جو جان دے سکتا ہے وہ جان لے بھی سکتا ہے، اور وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ میں اللہ تعالیٰ نے تسلی دے دی کہ یہ جدائی عارضی ہے، تم لوگ بھی یکے بعد دیگرے ہمارے پاس آنے والے ہو، جہاں تمہارے بچھڑے ہوئے عزیزوں سے بھی دوبارہ ملاقات ہو جائے گی اور پھر کبھی جدائی نہ ہو گی۔

رہا جدائی کا غم ہونا تو یہ طبعی بات ہے اور رحمت کا تقاضا ہے۔ چناں چہ مکہ مکرمہ میں پہنچنے کے اگلے دن جب میرے بیٹے مولانا مظہر سلمہٗ نے مجھے اطلاع کی کہ مرض بڑھ گیا ہے لیکن کہا کہ والدہ بھی اجازت دے رہی ہیں کہ ابھی وہاں اور رہ جاؤ تو میں نے دل میں کہا کہ اجازت اور ضابطہ اور چیز ہے اور رحمت اور رابطہ اور چیز ہے لہٰذا میری رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ اب مجھے فوراً واپس جانا چاہیے کیوں کہ عمرہ ہو چکا۔ معلوم ہوا کہ رات کو کراچی کے لیے ایک پرواز ہے لیکن بتایا گیا کہ اس میں جگہ ملنا بوجوہ مشکل ہے لیکن یہ بھی میرے گھر والوں کی کرامت تھی کہ ہمارے دو احباب سعودی ایئرلائن کے دفتر گئے تو وہاں بہت اجتماع تھا، شاید ڈیڑھ دو گھنٹے میں نمبر آتا لیکن دو منٹ میں کمپیوٹر میں ان کا نام آگیا، تین سیٹیں بھی مل گئیں اور بورڈنگ کارڈ بھی مکہ شریف ہی میں مل گیا جبکہ جدہ ایئرپورٹ پر ملتا ہے۔ ان کی کرامت تھی کہ ہر طرف سے مدد ہوئی۔

اس کے بعد مدینہ پاک کی حاضری کے لیے ٹیکسی ہی سے گئے۔ مواجہہ شریف میں صلوٰۃ وسلام پڑھا اور اسی ٹیکسی سے فوراً جدہ واپس ہو گئے۔ سارا دن مسلسل سفر رہا، ایک لمحہ کو

آرام نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسی مدد فرمائی کہ ضعف کے باوجود سب نہایت آسانی سے ہو گیا۔ ۳/ شعبان مطابق ۲۳/ نومبر کی شام کو گئے تھے اور ۵/ شعبان یعنی ۲۵/ نومبر کی صبح کو کراچی پہنچ گئے، صرف ایک دن کے اندر عمرہ کی ادائیگی اور مدینہ پاک کی حاضری سب اللہ تعالیٰ نے نصیب فرمادی۔ علالت کے سولہویں دن ۱۹/ شعبان ۱۴۱۹ھ بدھ کے دن ان کا انتقال ہوا، تقریباً پچاس سال کا ساتھ رہا، میرے دل سے پوچھو کہ اس غم کا میں تصور بھی نہیں کرسکتا تھا جو دل کو پہنچا، پچاس سال کا ساتھ کوئی معمولی بات نہیں اور صرف ساتھ نہیں بلکہ سراپا وفاداری اور ہمیشہ دین میں معین رہیں۔ میرا حضرت شیخ پھولپوری کی خدمت میں مسلسل رہنا ان ہی کی وجہ سے ممکن ہوا کیوں کہ انہوں نے خوشی سے اجازت دی کہ جب تک چاہیں شیخ کے ساتھ رہیں۔ حضرت شیخ کے ساتھ پہلی بار جب پاکستان آیا تو ایسے حالات پیدا ہوئے کہ ایک سال تک واپس جانا نہ ہوا۔ نہ جانے کس مجاہدہ و مشقت اور تنگی سے یہ سال گزارا لیکن کبھی شکایت نہ کی۔ اسی لیے دل کو اتنا غم ہوا جس کو میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا اور ساتھ بھی نصف صدی کا ساتھ دو چار دن کی بات نہیں۔

نصف صدی کا قصہ ہے دو چار برس کی بات نہیں

مقامِ تسلیم و رضا

ایک رات تو اچانک میرے منہ سے نکل گیا کہ اے بڑھیا! تو مجھے چھوڑ کر کہاں چلی گئی؟ تو پھر میں نے جلدی سے اپنے دل کو سنبھالا اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ ہم آپ کی مرضی پر راضی ہیں اور اس وقت ان کی رحلت آپ کی منشا سے ہوئی لہٰذا اس وقت سے بہتر کوئی وقت نہیں ہوسکتا تھا کیوں کہ آپ کی تجویز اور آپ کی مرضی سے بڑھ کر دونوں جہاں میں کوئی چیز نہیں اور آپ کے ہر فعل میں حکمت اور بندوں کا فائدہ ہے لہٰذا مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔ اس لیے اے اللہ! آپ کے فیصلوں پر ہم دل سے راضی ہیں اور فالج کی وجہ سے ایسی حالت ہوگئی تھی کہ اگر دس بارہ دن اور زندگی ہوتی تو بستر پر لیٹے لیٹے کھال زخمی ہونے لگتی، پھر خدانخواستہ اگر سڑنا شروع ہوجاتی تو وہ تکلیف ہم سے برداشت نہ ہوتی لہٰذا جس وقت اے اللہ! آپ نے بلایا وہ ان کے لیے بھی رحمت ہے، ہمارے لیے بھی رحمت ہے۔ بس آپ اپنی

www.khanqah.org

رحمت سے ان کی مغفرت بے حساب فرمایئے اور اپنی آغوشِ رحمت میں لے لیجیے اور کروٹ کروٹ چین عطا فرمایئے اور ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمایئے اور ان کی برکت سے ہمارے تمام جائز کام اپنی رحمت سے بنا دیجیے۔

حضرت پیرانی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا کے حالاتِ رفیعہ

آج ایک راز کی بات بتاتا ہوں کہ میں ان کی بزرگی کا اتنا معتقد ہوں کہ ان کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا تھا کیوں کہ میں نے پچاس سال ان کو دیکھا کہ انتہائی تہجد گزار، بڑی صابرہ، بہت شاکرہ تھیں، دنیا کی محبت تو جانتی ہی نہ تھیں، زندگی بھر کبھی فرمایش نہیں کی کہ ہمیں ایسا کپڑا لادو یا ویسا، جانتی ہی نہ تھیں کہ دنیا کہاں رہتی ہے۔ جب گھر میں جاتا تو دیکھتا کہ قرآن شریف کھلا ہوا ہے اور تلاوت ہو رہی ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے میرے لیے ایک نعمتِ عظمیٰ بنایا تھا اور سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ ان کے پیٹ سے مجھے اللہ تعالیٰ نے مولانا مظہر کو عطا فرمایا، پھر ان کے ذریعے سے ہمیں پوتے عطا فرمائے جو سب ماشاء اللہ حافظ ہیں اور عالم ہو رہے ہیں، کچھ عالم ہو چکے اور کچھ ہو رہے ہیں، جس زمین سے سونے کا پہاڑ ملا ہو اس کی انسان کتنی قدر کرتا ہے، نیک اولاد کی نعمت عظمیٰ کا ذریعہ اور جڑ تو وہی ہیں لہٰذا طبعی غم تو فطری بات ہے اور رحمت کا تقاضا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی پر الحمدللہ! دل بالکل راضی ہے، ایک نہ ایک دن تو جانا ہے۔ مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کا جب انتقال ہوا تو انتقال سے کچھ پہلے اپنی ڈائری میں ایک شعر لکھ دیا تاکہ میرے بعد میرے بچے زیادہ نہ روئیں۔ عجیب پیارا شعر ہے ؎

لوگ کہتے ہیں کہ مظہر مر گیا
اور مظہر در حقیقت گھر گیا

یعنی میں تو اپنے گھر اپنے وطن جارہا ہوں، جہاں اپنے بچوں اور بڑوں اور خاندان کے تمام بزرگوں سے مل کر اور سب سے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو کر کتنا خوش ہوں گا۔ مرنا در حقیقت اپنے گھر جانا ہے، ہمارا زیادہ خاندان تو وہیں ہے۔ انتقال سے چند دن پہلے کہنے لگیں کہ ابھی ابھی ہمارے بیٹے اظہر اور اطہر آئے تھے۔ دو بیٹے مولانا مظہر سے پہلے پیدا ہوئے تھے جن کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔ جب یہ کہا تو اسی وقت دل کھٹک

گیا کہ اب بچنا مشکل ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عالمِ برزخ منکشف ہو رہا ہے۔

حالاتِ برزخ

بہر حال اللہ تعالیٰ نے ان کا جسم خاکی لے لیا اور قبرستان میں لٹا دیا لیکن اس پر ایمان لانا ضروری ہے کہ فوراً جسم اعلیٰ عطا ہو گیا ہو گا۔ عالم برزخ جو روحوں کی انتظار گاہ اور ویٹنگ روم ہے جہاں پر قیامت تک رہنا ہے وہاں مرتے ہی دوسرا جسم عطا کر دیا جاتا ہے۔ ایمان والوں کو عِلِّیِّیْنَ میں اور کافروں کو سِجِّیْنَ میں رکھا جاتا ہے۔ ایمان والوں کے لیے جنت کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے اور کافروں کے لیے دوزخ کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے۔ اور مؤمن جب مرکر اللہ کے پاس جاتا ہے تو عالمِ برزخ میں اس کو فوراً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب کی جاتی ہے خواہ کتنا ہی گناہ گار ہو۔ اس طرح جو خاندان والے پہلے جاچکے ہیں مثلاً دادا، دادی، نانا، نانی وغیرہ سب سے ملاقات ہو گی۔

موت بھی رحمت ہے

پس مرنے والا تو وہاں خوش ہوتا ہے لیکن یہاں رہنے والوں کو غم ہوتا ہے لیکن یہ تکوینی انتظام ہے، اگر موت نہ آئے تو گھر میں رہنے کی جگہ نہ ہو۔ مان لیجیے دو سو گز کا پلاٹ ہے اور پانچ نانا اور پانچ نانی اور پانچ دادا اور پانچ دادی سب زندہ ہیں اور بستروں پر لیٹے ہوئے ہیں تو بتایئے گھر میں جگہ رہے گی؟ پھر تو تعویذ دباؤ گے کہ اللہ میاں ان کو جلدی بلایئے، نہ معلوم یہ جاتے کیوں نہیں ہیں؟ معلوم ہوا کہ موت بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔

صبر پر تین عظیم الشان بشارتیں

رہا غم تو اس پر کتنی بڑی بشارت دی جارہی ہے، وہ کیا بشارت ہے؟ فرماتے ہیں اُولٰٓئِكَ عَلَيۡهِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ جو مصیبت کے وقت صبر سے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے راضی رہتے ہیں تو ان پر ان کے ربّ کی طرف سے خاص خاص رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ صلوٰۃ کے کئی معنیٰ ہیں، جب بندے کے لیے کہا جائے کہ صلوٰۃ پڑھ رہے ہیں، تو صلوٰۃ کے معنیٰ نماز

کے ہیں اور جب دعا مانگ رہا ہو تو صلوٰۃ کے معنیٰ دعا کے بھی ہیں۔ صلوٰۃ کی نسبت جب مخلوق کی طرف کی جائے گی تو مراد ہے نماز اور دعا اور جب اللہ کی طرف نسبت کی جائے کہ اللہ تعالیٰ صلوٰۃ بھیج رہا ہے تو وہاں مراد نزولِ رحمت ہے۔ اسی طرح صلوٰۃ کے معنیٰ دعائے مغفرت کے بھی ہیں جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ جب کوئی بندہ اللہ کی محبت میں کسی بندے کے پاس جاتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کے ساتھ چلتے ہیں۔ جیسا کہ اس فقیر کی محبت میں اللہ کے لیے آپ لوگ یہاں آتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اور رسول کے وعدوں پر ایمان لانا ضروری ہے کہ ستر ہزار فرشتے گھر سے ساتھ چلتے ہیں شَيَّعَهٗ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ كُلُّهُمْ يُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ اَىْ يَّسْتَغْفِرُوْنَ لَهٗ یعنی ستر ہزار فرشتے راستے بھر اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ جو لوگ اپنے نیک گمان سے کسی کو اللہ والا سمجھ کر محض اللہ کے لیے اس سے ملاقات کرنے آتے ہیں تو ستر ہزار فرشتوں کی ڈیوٹی لگادی جاتی ہے جو راستے بھر اس کے ساتھ چلتے ہیں اور اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور جب وہ مصافحہ کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے کہتے ہیں رَبَّنَا اِنَّهٗ وَصَلَ فِيْكَ اَىْ لِاَجْلِكَ یا اللہ، یہ آپ کے لیے مل رہا ہے، آپ کی وجہ سے محبت کر رہا ہے، فَصِلْهُ[۲۱] اس کو اپنے سے ملا لیجیے۔ اسی لیے جو لوگ اللہ والوں سے ملتے ہیں جلد اللہ والے ہو جاتے ہیں، کیوں کہ ستر ہزار فرشتوں کی دعائیں لگتی ہیں۔ دیکھیے! صلوٰۃ کے معنیٰ ہر جگہ کے اعتبار سے بدل رہے ہیں، اس حدیث میں صلوٰۃ کی نسبت جب فرشتوں کی طرف ہوئی تو یہاں معنیٰ ہوئے دعائے مغفرت لیکن صلوٰۃ کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے تو اس کے معنیٰ ہوتے ہیں نزولِ رحمت۔

صلوٰۃ علی النبی کی تفسیر

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا[۲۲] حضرت حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بیان القرآن میں اس کا یہ ترجمہ فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت

۲۱؎ شعب الایمان للبیہقی:۱/۴۹۳(۹۰۲۴)، قصۃ ابراهیم فی المعانقۃ، مکتبۃ دار الکتب العلمیۃ

۲۲؎ الاحزاب:۵۶

بھیجتے ہیں ان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر، اے ایمان والو! تم بھی آپ پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔ اللہ تعالیٰ کے رحمت بھیجنے سے مراد نزولِ رحمت ہے اور رحمت بھی مشترکہ نہیں جو اوروں کو بھی حاصل ہے بلکہ رحمتِ خاصہ مراد ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عالی کے مناسب ہے اور جو مخلوق میں کسی اور کو حاصل نہیں، اور فرشتوں کا رحمت کا بھیجنا اور آگے جو مؤمنین کو رحمت بھیجنے کا حکم ہو رہا ہے اس سے مراد اس رحمتِ خاصہ کی دعا کرنا ہے اور اس کو عرفِ عام میں "درود" کہتے ہیں۔

صلوٰۃ (درود) کے مختلف مطالب

بعض علماء نے لکھا ہے کہ اللہ کے درود بھیجنے کا مطلب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مقامِ محمود تک پہنچانا ہے اور وہ مقام شفاعت ہے۔ فرشتوں کے درود بھیجنے کا مطلب دعا کرنا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بلندیٔ درجات اور زیادتیٔ مرتبہ کے لیے اور آپ کی اُمت کے لیے استغفار کرنا ہے۔ مؤمنین کے درود کا مطلب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپ کے ساتھ محبت اور آپ کے اوصافِ جمیلہ کا تذکرہ اور تعریف ہے۔ معلوم ہوا کہ ہر موقع اور نسبت کے اعتبار سے صلوٰۃ کے مطالب جدا ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثل محبوبیت عند اللہ

علماء نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بہت سے احکامات نازل فرمائے اور بہت سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعریفیں اور توصیفیں بھی فرمائیں اور بہت سے اعزاز واکرام فرمائے۔ جیسے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو فرشتوں کو حکم دیا کہ ان کو سجدہ کرو لیکن کسی حکم اور کسی اعزاز واکرام میں یہ نہیں فرمایا کہ میں بھی یہ کام کرتا ہوں، تم بھی کرو، یہ اعزاز صرف سید الانبیاء سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لیے خاص ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صلوٰۃ یعنی درود شریف کی نسبت اوّلاً اپنی طرف کی، ثانیاً فرشتوں کی طرف کرنے کے بعد مؤمنین کو حکم دیا کہ اللہ اور اس کے فرشتے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں اے مؤمنو! تم بھی درود بھیجو۔ لہٰذا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سے بڑھ کر اور کیا شرف ہوگا

کہ اس عمل میں اللہ تعالیٰ خود شریک ہیں۔ معلوم ہوا کہ لفظ صلوٰۃ کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت ہوتی ہے تو معنیٰ کچھ اور ہوتے ہیں اور فرشتوں اور مؤمنین کی طرف نسبت ہوتی ہے تو دوسرے معنیٰ ہوتے ہیں۔

پہلی بشارت ”رحمتِ خاصہ“

تو صابرین کے لیے اللہ کی طرف سے جو بشارت دی جارہی ہے وہ کیا ہے؟ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ صلوات جمع ہے صلوٰۃ کی معنیٰ خاص خاص رحمتیں یعنی اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں پر خاص خاص رحمتیں نازل فرمائے گا لیکن آگے وَرَحْمَةٌ نازل فرماکر بتادیا کہ میں رحمت عامہ سے بھی اپنے صبر کرنے والے بندوں کو محروم نہیں کروں گا۔ یہ تعمیم بعد التخصیص ہے کہ صابرین پر خاص خاص رحمتیں تو اللہ برسائے گا ہی مگر رحمتِ عامہ بھی دے گا یعنی رحمتِ خاصہ کے آبشار کے تسلسل کے ساتھ رحمتِ عامہ بھی ملے گی۔ پے در پے صلوات اور رحمت پہ رحمت نازل ہوگی۔ یہ تفسیر بیان القرآن ہے جو پیش کررہا ہوں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صلوات سے مراد خاص خاص رحمتیں ہیں۔

دوسری بشارت ”رحمتِ عامہ“

اور جو بعد میں وَرَحْمَةٌ ہے یہ تعمیم بعد التخصیص ہے یعنی رحمتِ عامہ مراد ہے اور اس کی وجہ حضرت نے عجیب فرمائی کہ چوں کہ حکم صبر پر عمل کرنے میں تمام صابرین مشترک ہیں، اس لیے اس کا بدلہ رحمتِ عام ہے لیکن چوں کہ ہر صابر کے صبر کی کیفیت و خصوصیت و کمیت جدا ہے لہٰذا ان خصوصیات کا صلہ بھی جدا جدا خاص عنایتوں سے ہوگا، جتنا جس کا صبر ہوگا اتنی ہی عنایتِ خاصہ اس پر مبذول ہوگی۔ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ اور یہ نزولِ رحمت تمہارے رب کی طرف سے بدون واسطہ ملائکہ ہوگا یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے براہِ راست رحمتیں نازل ہوں گی۔ مِنْ رَّبِّهِمْ فرمایا کہ تمہارا ربّ براہِ راست تم پر رحمت نازل کرے گا۔ دیکھو! کوئی دوست کسی کو براہِ راست کوئی چیز دے اور خود نہ دے بلکہ کسی کے ذریعے سے دے فرق ہے یا نہیں؟ تو مِنْ رَّبِّهِمْ سے اللہ تعالیٰ نے مزہ بڑھادیا اور صبر کو میٹھا کردیا کہ تمہارے ربّ کی طرف سے بدون واسطہ ملائکہ رحمتِ خاصہ بھی ملے گی اور رحمتِ عامہ بھی۔

تیسری بشارت "نعمت اِھتِدَاء"

وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ اور یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کا راستہ بھی دکھایا اور مطلوب تک بھی پہنچا دیا یعنی اس حقیقت تک ان کی رسائی ہوگئی کہ حق تعالیٰ ہی ہمارے مالک اور نقصان کا تدارک کرنے والے ہیں۔ ہدایت کے دو معنیٰ ہیں ایک تو اراءۃ الطریق یعنی راستہ دکھانا اور دوسرے ایصال الی المطلوب یعنی مطلوب تک پہنچا دینا۔ اراءۃ الطریق یہ ہے کہ جیسے کوئی راستہ دکھادے کہ وہ نیپا چورنگی ہے اور ایصال الی المطلوب یہ ہے کہ نیپا چورنگی تک پہنچا دیا۔ پس صبر کی دو برکات ہیں، ایک تو اللہ کا راستہ نظر بھی آئے گا اور دوسرے اللہ تک رسائی بھی ہوگی۔ یہ ہے مُهْتَدُوْنَ کا ترجمہ۔ یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں کہ جن کو اپنے مِلک ہونے اور حق تعالیٰ کے مالک ہونے کا یقین آگیا اور جو سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ ہر نقصان کا تدارک فرمادیتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت مبارکہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ نِعْمَ الْعِدْلَانُ وَنِعْمَ الْعِلَاوَةُ[۲۳] دونوں عین پر زیر ہے۔ صاحب منجد لکھتے ہیں کہ اَلْعِدْلَانُ کے معنیٰ اونٹ کے اوپر دو طرف بورا ہو، گندم کا یا کھجور کا اور بیچ میں بھی ایک بورا ہو تو اس کا نام ہے اَلْعِلَاوَةُ اس کو اصطلاح میں کہتے ہیں "ارے بھائی! لدا لدایا اونٹ جارہا ہے۔" تو فرمایا نِعْمَ الْعِدْلَانُ وَنِعْمَ الْعِلَاوَةُ یعنی دو بورے اللہ کی رحمتِ خاصہ اور رحمتِ عامہ کے تو تھے ہی ان کے درمیان میں اللہ نے نعمت کا ایک بورا اور رکھ دیا، وہ کیا ہے؟ نعمت اِھْتِدَاءُ یعنی نعمتوں سے بھرے ہوئے اونٹ کی طرح۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے باطنی نعمتوں کی بارش فرمادی یعنی رحمتِ خاصہ بھی عطا فرمائی اور رحمتِ عامہ بھی اور اس کے ساتھ نعمت اِھْتِدَاءُ بھی جس سے بندہ وصول الی اللہ سے بھی مشرف ہوگیا، مقرب بھی ہوگیا، محبوب بھی ہوگیا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ارے بھائیو! یہ آیت تو لدا لدایا اونٹ ہے کہ صلوات بھی ہے، رحمت بھی اور اِھْتِدَاءُ بھی ہے یعنی صبر کرنے والوں کو رحمتِ خاصہ بھی ملی اور رحمتِ عامہ بھی ملی اور ان کے ہدایت یافتہ ہونے کا اور اس طرح ان کی محبوبیت کا بھی اعلان فرمادیا۔

۲۳؎ صحیح البخاری: ۱/۱۷۲، باب الصبر عند الصدمة الاولى، المكتبة المظهرية

شرح حدیث "اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ"

اب حدیثِ پاک کا ترجمہ کرتا ہوں کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ تعزیت میں جو تسلی ہے وہ دنیا بھر کے کلام میں نہیں ہوسکتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَلَہٗ مَا اَعْطٰی وَکُلٌّ عِنْدَہٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی [۲۴] اللہ نے جو چیز ہم سے لے لی وہ اللہ ہی کی تھی۔ لِلّٰہِ میں لام تملیک کا ہے کہ اللہ ہی اس کا مالک ہے۔ اگر کوئی امانت کے طور پر کوئی چیز آپ کو دے کہ اس کو اپنے پاس رکھو پھر جب وہ واپس لیتا ہے تو آپ کو غم نہیں ہوتا۔ ہم کو جو مرنے والوں کا حد سے زیادہ غم ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے ہم لوگ اس کو اپنی ملکیت سمجھتے ہیں حالاں کہ وہ ہماری ملکیت نہیں تھی بلکہ اللہ کی امانت تھی۔ وَلَہٗ مَا اَعْطٰی اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ لہٰذا جو نعمتیں ہمارے پاس ہیں جو اعزا موجود ہیں، سب نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا کرو اور اللہ تعالیٰ کے یہاں ہر چیز کا وقت مقرر ہے جو کچھ اللہ لیتا ہے اور جو کچھ عطا فرماتا ہے، ہر چیز کا وقت اللہ کے ہاں مقرر ہے کہ فلاں وقت اس کو فلاں چیز عطا ہوگی اور فلاں وقت فلاں چیز واپس لی جائے گی۔ پس عطا پر شکر کرو اور مافات پر صبر کرو اور ثواب کی اُمید رکھو۔

عبدیت کا توازن ہے قائم
صبر سے شکر سے اس جہاں میں

اور مرنے والے کو ایصالِ ثواب کریں جانی بھی اور مالی بھی یعنی عباداتِ نافلہ و تلاوت وغیرہ کا ثواب بھی پہنچائیں اور مال خرچ کرکے صدقۂ جاریہ کا ثواب بھی پہنچائیں اور مالی ثواب مردے کے لیے زیادہ نافع ہے۔

بس اب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دے۔ یہاں جتنے حضرات اور خواتین ہیں جس کو جو غم ہو یا اللہ! اس کو خوشیوں سے بدل دے، جس کی جو جائز حاجت ہو اس کو یا اللہ! پوری فرمادے اور اپنی رحمتوں کی بارش فرمادے اور ہم سب کو صبرِ جمیل عطا فرمادے۔ خاص کر ہمارے خاندان والوں کے لیے کیوں کہ جو قریب ہوتا ہے اس کو غم بھی زیادہ ہوتا

---

[۲۴] صحیح البخاری: ۱۷۱/۱ (۱۲۸۵)، باب یعذب المیت ببعض بکاء اھلہ علیہ، المکتبۃ المظہریۃ

ہے۔ اب ہمارا تو گھر میں جانے کو جی نہیں چاہتا کیوں کہ ہمارا معمول تھا کہ روزانہ جا کر ملاقات، ہنسنا، بولنا لیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی پر دل سے راضی ہوں کیوں کہ جو کچھ ہوا ان کی منشا اور مرضی سے ہوا لہٰذا ان کی مرضی سب سے بہتر سب سے بڑھ کر ہے؎

جو ہوا اچھا ہوا بہتر ہوا
وہ جو حسبِ مرضیٔ دلبر ہوا

میرا شعر ہے؎

کیف تسلیم و رضا سے ہے بہار بے خزاں
صدمہ و غم میں بھی اخترؔ روح رنجیدہ نہیں

اللہ تعالیٰ نے ان کو میرے لیے ایک نعمتِ عظمیٰ بنایا تھا جن کے پیٹ سے اللہ نے مجھے مولانا مظہر کو عطا فرمایا، نیک اولاد نعمتِ عظمیٰ ہے۔ پھر ان کے ذریعے سے پوتے عطا فرمائے۔ ماشاء اللہ حافظ ابراہیم سلمہٗ کے پیچھے اللہ تعالیٰ نے ہمیں نماز عطا فرمادی، یہ دوسری پشت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری زندگیوں میں برکت دے اور ہر سانس اللہ کے دین کے لیے وقف فرمادے۔ اللہ تعالیٰ میری چوتھی پشت کے پیچھے بھی نماز عطا فرمادے۔ آپ لوگ دعا کرہی رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ صحت و عافیت کے ساتھ ایک سو بیس سال مجھ کو، میری اولاد کو اور میرے احباب کو بھی زندگی عطا فرمائے اور ہم سے اپنے دین کے ایسے بڑے بڑے کام لے لے کہ قیامت تک اس کے نشانات باقی رہیں اور دنیا سے خوب خوب کما کر جائیں اور اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائیں اور ہم سب کو اے اللہ! نسبتِ اولیائے صدیقین عطا فرما یعنی اللہ کی دوستی کا سب سے اعلیٰ مقام صدیقین کا ہے، صدیقیت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں، نبوت کا دروازہ بند ہوا ہے لیکن اللہ نے اپنی دوستی کا دروازہ قیامت تک کے لیے کھولا ہوا ہے، اللہ! ہمیں اپنے دوستوں کا اعلیٰ مقام نسبتِ اولیائے صدیقین عطا فرمادے۔ وہ کیا ہے کہ ہر سانس ہم آپ پر فدا کریں اور آپ کو خوش رکھیں، ایک لمحہ آپ کو ناراض کرکے اس کمینے پن، بے غیرتی اور خباثتِ طبع سے ہم اپنے دل کو حرام خوشیوں سے خوش نہ ہونے دیں۔ بس یہ دردِ دل اخترؔ مانگتا ہے، اپنے لیے، اپنی اولاد کے لیے، اپنے احباب کے لیے اور ان کے خاندان کے لیے اور ساری اُمتِ مسلمہ کے لیے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

بندگی کا اعلیٰ ترین مقام اللہ تعالیٰ کی مرضی پر راضی رہنا ہے۔ مسلمان کا یہ عقیدہ کہ کوئی کام اللہ کی مرضی اور مصلحت کے بغیر نہیں ہوتا اس کے غم کو ہلکا کر دیتا ہے۔ جو بندہ غم و صدمہ سہہ کر دل سے اللہ کے حکم کے آگے سرِ تسلیم خم رکھتا ہے اس کے ارفع و اعلیٰ مقام تک پہنچنے والے لوگ کم ہی ہوتے ہیں۔ صدمہ و غم کی حالت میں صبر سے کام لینے کا حکم انسان کو حالتِ غم میں صدمہ سہنے کا حوصلہ دیتا ہے۔

شیخ العرب والعجم مجددِ زمانہ عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اہلیہ محترمہ کے انتقال کے بعد حالتِ صدمہ و غم میں رضا بالقضاء کے مقامِ عبدیت سے تعزیت کا یہ وعظ "صبر و مقامِ صدیقین" بیان فرمایا تھا۔ اس وعظ میں جہاں حضرت والا نے اپنی ذات پر گزرنے والے صدمہ و غم کی حالت کو بیان فرمایا وہیں اللہ تعالیٰ کی رضا پر دل سے راضی رہنے کی کیفیت بھی بیان فرمائی جو آج بھی غمزدہ دلوں کی تسلی کے لیے مرہم کا کام دیتی ہے۔

www.khanqah.org

ناشر

کتب خانہ مظہری